JIHĀT-UL-ISLĀM
Vol: 14, Issue: 02, January –June 2021

OPEN ACCESS
JIHĀT-UL-ISLĀM
pISSN: 1998-4472
eISSN: 2521-425X
www.jihat-ul-islam.com.pk

اجتہاد متقدمین ومتاخرین فقہاء کا نقطہء نظر اور عصری تصورات کا جائزہ

Ijtihad view of foremost and later jurists and evaluation of modern concepts

*Dr. Nabeela Falak**
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, The University of Lahore, Sargodha Campus

Abstract

In the present day, Muslim has been polarized in to two groups, traditional lists and modernists. Both, having their own ideology, are absolutely refuting each other in the basic concept of Islam. In this research paper, the research question is that is either ijtihad said to the modification , amendment and addition to Quran and Sunnah or pursuing Shariah ruling from the depth and the vastness of Quran and Sunnah.? Traditionalists point of view is that Whenever any new issue is raised about which there is no any clear solution or ruling present in the Shariah , then to derive the solution from the depth and Vastness of Quran and Sunnah is called ijtihad . Whereas according to modernists, ijtihad means addition, amendments, modification and reformation of Islamic Shariah. In this article meaning of ijtihad is describe according to the traditional Fuqha and the fuqha came terminally after them along with the contemporary concepts.an analysis is given at the end and tried to give the real and original concept of ijtihad.

Keywords: *Ijtihad, concepts, traditional, modern, contemporary, evaluation.*

موضوع کا تعارف:

اللہ تعالیٰ نے شریعت اسلامیہ کو دوام بخشا اور تا ابد انسانیت کے ہر مسئلہ کے حل کا سامان مہیا کیا۔ نبی آخری الزماں ﷺ کو قرآن مجید کی صورت میں ایسا کامل اکمل دستور عطا فرمایا جو تمام انسانیت کے لیے باعث رشد وہدایت ہے۔ قرآن مجید کی توضیح وتبین کی ذمہ داری آپ ﷺ کو سونپ کر اللہ حکیم ودانا نے عقائد واحکام و عبادات اور تمام امور زندگی کو سمجھنے کے لیے اور درپیش مشکلات کے حل کے لیے اپنی کتاب اور اپنے محبوب کی پیاری سنت کو بنیادی ماخذ و مصادر قرار دیا۔ انسانی زندگی ارتقاء اور مسلسل تبدیلیوں سے عبارت ہے۔ تہذیب واقوام کی بقاء اس امر میں پنہاں ہے کہ وہ تبدیلیوں کے مسلسل عمل کے نتیجے میں پیدا شدہ مسائل کا حل کس طرح تلاش کرتی ہیں۔

CC BY

اللہ تعالیٰ نے انسان کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا منصب عطا کر کے حالات اور زمانہ کے تغیر سے جزوی تبدیلی اور خود انسان کی ذات اور کائنات میں غور وفکر کی دعوت بھی دی اور انسان کو اس بات کی ترغیب بھی دی کہ وہ نئے پیش آمدہ مسائل کو قرآن وسنت کے بیان کردہ اصول وکلیات پر پرکھنے کی صلاحیت پیدا کریں اور اجتہاد واستنباط کے ذریعے مقاصد شریعت سے آگاہی حاصل کریں۔ اجتہاد ہر کس وناکس کے بس کی بات نہیں ہے، علماء اصولیین اور فقہاء کرام نے اجتہاد کی اہلیت کی شرائط بیان کی ہیں تاکہ فقہ اسلامی کے اس اہم اصول کے غلط استعمال سے بچا جاسکے۔ اسی غلط استعمال کے خطرے کے پیشِ نظر اجتہاد ہمیشہ سے متنازعہ، مرکزی اور سنجیدہ اہمیت کا حامل رہا ہے۔ وقت کی اہم ضرورت ہے کہ اجتہاد کے صحیح تصور کو سمجھا جائے اور اس کی توضیح وتشریح اس انداز سے کی جائے کہ اس سے حاصل ہونے والے نتائج سے درست طور پر استفادہ کیا جاسکے۔

مسئلہ تحقیق:

اسلامی قانون میں اجتہاد ہمیشہ ہی سے اصحابِ فکر کی بحثوں کا موضوع رہا ہے اور عصرِ حاضر میں بھی اسلامی دنیا کا ایک اہم ترین مسئلہ اور دلچسپ موضوعِ بحث ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اجتہاد نہ صرف شدید ترین ضرورت ہے بلکہ مسلمان قوم کی بیداری اور ترقی کا مفید ترین وسیلہ وذریعہ بھی ہے۔ موضوع کی اہمیت چند امور کو بیان کرنے سے واضح ہوگی۔ ان امور میں سرفہرست کچھ غلط فہمیاں ہیں جو ہمارے بعض دانشور حضرات کی مرہونِ منت ہیں۔ ہمارے بعض دانشور لفظِ اجتہاد کا معنیٰ ومفہوم سمجھے بغیر اس موضوع پر اظہارِ خیال کرتے ہیں اور عموماً یہی سمجھتے ہیں کہ اجتہاد سے مراد کسی مسئلہ میں آزادانہ رائے قائم کرنا ہے پس یہی سے غلطی کا آغاز ہوتا ہے، درحقیقت آزادانہ رائے کا اجتہاد سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔

اجتہاد کی حجیت اور قانونی حیثیت پر جب بھی بحث ہوتی ہے تو دو نقطۂ نظر سامنے آتے ہیں:

الف: اصحاب فکر ودانش کا وہ طبقہ جو اجتہادی صلاحیت کو آزادانہ غور وفکر کے استعمال کرنے کو جائز اور ضروری سمجھتا ہے۔

ب: دوسرا طبقہ اپنی تمام تر افکار کو قرآن وسنت میں صراحت سے بیان کردہ معاملات تک محدود رکھتا ہے اور اجتہاد کی حجیت اور قانونی حیثیت کا قائل نہیں ہے۔

اس تحقیقی مقالہ میں موضوع کی اہمیت کے پیشِ نظر اجتہاد کے قدیم وجدید تصورات کو بیان کرتے ہوئے، اجتہاد کے صحیح تصور کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور ہر اس پہلو کو واضح کیا گیا ہے، جس کے بارے میں اہلِ علم ودانش کے ہاں اختلاف واشکال پایا جاتا ہے۔

سابقہ تحقیقات کا جائزہ:

اجتہاد کا موضوع بے حد اہمیت کا حامل ہے، اس لئے اجتہاد اور اسکے مختلف پہلوؤں پر بہت علمی کام ہوا ہے۔ عربی زبان کے ساتھ ساتھ اردو زبان میں بھی علماء وفقہاء نے اجتہاد کے مختلف پہلوؤں پر کتب تحریر کیں۔ بیشتر علماء ومحققین نے اجتہاد کی تعریفات، مجتہد کے اوصاف وشرائط، آغاز وارتقاء اور اصولوں پر بحث کی ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ کی، عقد الجید فی الاحکام الاجتہاد والتقلید، محمد سلام مدکور، مناہج الاجتہاد، ثناء اللہ امرتسری، رسالہ الاجتہاد والقلید، محمد حنیف ندوی، مسئلہ اجتہاد اور محمد تقی امینی کی کتاب، مسلہ اجتہاد پر

تحقیقی نظر، میں اجتہاد کے متعدد اہم پہلوؤں پر بحث کی گئی ہے۔ کتب کے علاوہ تحقیقی مقالات میں محمد میاں صدیقی، آئمہ اربعہ کے اصول، اجتہاد، جمیلہ شوکت (مرتبہ) عصر حاضر میں اجتہاد اور اس کی قابلِ عمل صورتیں، طاہر منصوری مرتب اجتماعی اجتہاد، تصور ارتقاء اور عملی صورتیں، عبدالرحمٰن مدنی، اصولِ اجتہاد فی الجامع الصحیح، المختصر من امور رسول اللہ ﷺ و سننہ وایامہ، محمد اسماعیل بخاریؒ، الطاف حسین، اجتماعی اجتہاد، دیگر مقالات ہیں محققہ کا مقالہ، اجتہاداتِ نبی و غیرِ نبی، حجیت و مشروعیت میں فرق، اور نبی ﷺ کے اصولِ اجتہاد شامل ہیں۔ تاہم اجتہاد کے حقیقی تصور کے حوالے سے متقدمین و متأخرین فقہاء کا نقطہ نظر اور عصری تصورات پر کوئی کتاب یا آرٹیکل مقالہ نگار کی معلومات کے مطابق دستیاب نہیں۔ اس سبب مقالہ ہذا میں اجتہاد متقدمین فقہاء کا نقطہ نظر اور عصری تصورات پر بحث کی جائے گی۔

متقدمین علماوفقہاء کا تصورِ اجتہاد:

اجتہاد کے صحیح تصور کو جاننے کے لئے فقہاء کی بیان کردہ تعریفات کا جائزہ لینا ضروری ہے تاکہ تعریفات کی روشنی میں اجتہاد کے درست تصور کو سمجھا جاسکے۔

اہل لغت کی تعریفات سے واضح ہوتا ہے کہ اجتہاد سے مراد کسی کام کی انجام دہی میں ایسی انتہائی کوشش اور طاقت صرف کرنا ہے کہ جس میں محنت و مشقت برداشت کرنا پڑے، اپنی کوشش جو فی نفسہ محنت و مشقت کی حامل ہو۔ اگر کسی کوشش میں محنت و مشقت نہ پائی جائے تو وہ اجتہاد نہیں ہے۔

اجتہاد کی اصطلاحی تعریف:

فقہا و علماء کرام نے مختلف ادوار میں اجتہاد کی مختلف تعریفات بیان کیں ہیں، ذیل میں متقدمین فقہاء کے بیان کردہ اجتہاد کے اصطلاحی معنیٰ کو بیان کرکے اس پر بحث کی جائے گی۔

اجتہاد کی سب سے مختصر اور جامع تعریف امام ابوالحسن ماوردی (م ۴۵۰ھ) نے بیان کی ہے۔ ان کے نزدیک اجتہاد کا مفہوم یہ ہے: ھو طلب الصواب بالاءمارات الدلالہ علیہ۔ [1] اجتہاد قرائن و دلائل کے ذریعے صحیح بات کو پالینے کا نام ہے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

"یبذل المجتہد و سعة فی طلب العلم باحکام الشریعة والاجتہاد القام ان یبذل الوسع فی الطلب بحیث یحس من نفسہ بالحجز عن مزید طلب"۔ [۲]

"مجتہد کا شرعی احکام کے علم کی تلاش میں اپنی کوشش کرنا اور اجتہاد (تام) مکمل یہ ہے کہ مجتہد شرعی احکام کے علم کی طلب میں اس حد تک کوشش کرے کہ خود اس کو یہ محسوس ہو کہ اس سے زیادہ کوشش کرنے سے وہ اب عاجز ہے"۔

علامہ آمدیؒ کے نزدیک اجتہاد کے معنیٰ ہیں:

"استفراغ الوسع فی طلب الظن بشیء من الاحکام الشرعیه علی وجه یحس من النفس العجز عن المزید علیه"۔ [۳]

"احکام شرعیہ میں سے کسی چیز کے بارے میں ظن غالب کو حاصل کرنے کے لیے پوری پوری کوشش کرنا اور پوری طاقت صرف کرنے کے ہیں کہ اس پر اس سے زیادہ کوشش اور طاقت صرف کرنے کی گنجائش و امکان نہ رہے"۔

ابی اسحاق الشاطبیؒ لکھتے ہیں:

"الاجتہادھو استفراغ الجہد و بذل غایۃ الوسع ،اما ادراک الاحکام الشرعیہ و اما فی تطبیقھا"۔ (۴)

"یعنی اجتہاد اپنی حتی المقدور اور انتہائی کوشش صرف کرنے کا نام ہے خواہ یہ کوشش شرعی احکام معلوم کرنے کے لیے ہو یا ان کی تطبیق کے لیے"۔

مندرجہ بالا تعریفات کسی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے اجتہاد مجتہد کی انتہائی کوشش کا نام ہے جو فقہ اسلامی کے تفصیلی دلائل سے بذریعہ استنباط کسی شرعی عملی حکم کے حصول میں کی جائے۔ اس ضمن میں چند اہم نکات جو متقدمین فقہاء کی بیان کردہ تعریفات کی روشنی میں نکلتے ہیں جن سے ان علماء کرام کا اجتہاد کے بارے میں نقطہ نظر واضح ہوتا ہے، ذیل میں بیان کئے جاتے ہیں:

1. اجتہاد کے لیے ضروری ہے کہ اس میں اپنی حد تک انتہائی کوشش اور طاقت صرف کی جائے اور کسی نئے مسئلہ کا شرعی حکم معلوم کرنے میں اتنی زیادہ کوشش کی جائے کہ یہ گمان غالب حاصل ہو جائے کہ نئے مسئلے کا جو حکم اخذ کیا گیا ہے وہی شریعت کا مقصد و منشاء ہے۔ اگر اس کوشش اور طاقت کے استعمال میں کوئی کمی رہ گئی تو یہ اجتہاد نہیں ہے۔
2. حکم شرعی کی طلب میں صرف وہی کوشش اجتہاد کہلاتی ہے جو اجتہاد کی صلاحیت رکھنے والے کسی عالم سے صادر ہو، غیر مجتہد شخص کسی شرعی حکم کو جاننے کے لیے کتنی ہی انتہائی کوشش کرے، وہ اجتہاد نہیں ہے۔
3. اجتہاد استنباط کے طریقہ سے ہونا چاہیے یعنی شرعی حکم کا علم غور و فکر اور دلائل سے حاصل ہو۔
4. اس کوشش کا تعلق شریعت کے ان احکام سے ہونا چاہئے جو ظنّیات کے دائرے میں آتے ہیں۔ قطعی احکام کو جاننے کے لیے کوشش کرنے کو اجتہاد کا نام نہیں دیا جاسکتا۔
5. اجتہاد کرنے والے مجتہد میں اجتہاد کرنے کی صلاحیت اور اوصاف و شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔ کیونکہ مجہتد کا درجہ فقیہ سے بڑھ کر ہے۔

متاخرین فقہاو علماء کے نزدیک اجتہاد کی تعریفات:

متقدمین فقہاء کا اجتہاد کے بارے میں نقطہ نظر بیان کرنے کے بعد متاخرین فقہا کی اجتہاد کے بارے میں بیان کی گئی تعریفات کا جائزہ لینے کی کوشش کی جائے گی تاکہ ان کا تصور اجتہاد واضح ہو جائے۔

متاخرین کی فکر کے حوالے سے پہلا نام حضرت شاہ ولی اللہؒ کا آتا ہے۔ شاہ ولی اللہؒ اجتہاد کی تعریف بیان کرتے ہیں:

"علماء کے کلام سے جو حقیقت سمجھی گئی ہے وہ یہ ہے کہ شریعت کے فروعی احکام کو ان کے تفصیلی دلائل سے سمجھنے کے لیے مقدور بھر کوشش کرنا، ان تفصیلی دلائل کا ماخذ چار چیزیں ہیں کتاب اللہ، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اجماع اور قیاس"۔ (۵)

عبد الکریم زیدان وضاحت کے ساتھ اجتہاد کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اجتہاد سے مراد مجتہد کی بھرپور کوشش اور حتی المقدور محنت ہے کہ اس کے بعد وہ محسوس کرے کہ وہ مزید محنت سے عاجز ہے دوسرا یہ کہ یہ محنت صرف اور صرف مجتہد کی ہو"۔ (۶)

ابو زہرہ، اجتہاد کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"بذل الفقیه وسعه فی استنباط الاحکام العملیه من ادلتها التفصیلیه، فی الاصطلاح الاصولین بانه استفراغ الجهد و بذل غایه الوسع، اما فی استنباط الاحکام اشرعیه و اما فی تطبیقها۔ و کان الاجتهاد علی هذا التعریف قسمین۔احدهما: خاص باستنباط الاحکام و بیانها۔والقسم الثانی: خاص تطبیقها"۔ (۷)

"شرعی عملی احکام کے استنباط میں ایک فقیہ کی بھرپور کوشش کرنا۔اصولین کے نزدیک پوری محنت و کوشش اور حتی الوسع کوشش کرنا خواہ یہ کوشش شرعی احکام کے استنباط (غور و فکر) میں ہو یا اُسکی تطبیق میں اس تعریف سے اجتہاد کی دو قسمیں ہیں ایک احکام کا استنباط اور اُس کو بیان کرنا اور دوسری اُسکی تطبیق"۔

عبد الوہاب خلاف اجتہاد کی اصطلاحی تعریف تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"هو بذل الجهد للوصول الی الحکم الشرعی من دلیل تفصیلی من ادّلها الشرعیه"۔ (۸)

"شریعت کے تفصیلی دلائل سے حکم شرعی معلوم کرنے کی بھرپور کوشش کرنا"۔

ڈاکٹر وھبہ از حیلی فرماتے ہیں:

"ان الاجتهاد هو عملیه استنباط الاحکام الشرعیه من ادلتها التفصیلیه فی الشریعه" (۹)

"بے شک اجتہاد، احکام شریعہ کا عملی استنباط کرنا ہے شریعت کے تفصیلی دلائل سے عبد الوہاب خلاف اور ڈاکٹر وھبہ زحیلی اجتہاد کی تعریف میں ایک دوسرے کی تائید کرتے نظر آتے ہیں"۔

علی حسب اللہ کے خیال میں اجتہاد کے اصطلاحی معنی بھی کم و بیش وہی ہیں جو قدیم فقہا کا نقطہ نظر ہے، لکھتے ہیں:

"بذل الفقیه جهده العقلی فی استنباط حکم اشرعی من دلیله علی وجه یحس فیه العجز عن المزید"۔(۱۰)

"ایک فقیہ کی دلائل سے حکم شرعی کے استنباط کے لیے عقلی کوشش کرنا کہ اس کے بعد وہ محسوس کرے کہ مزید کوشش کرنے سے عاجز ہے"۔

متاخرین فقہا و علما کی بیان کردہ تعریفات سے درج ذیل نئے نکات سامنے آتے ہیں:

1. اجتہاد سے مراد وہ کوشش ہے جو تفصیلی دلائل سے شرعی عملی احکام کے استنباط میں صرف کی جائے۔
2. اجتہاد وہ ہے جو غور و فکر اور دلائل سے حاصل ہو ہر وہ کوشش جو نصوص کے ظاہر سے احکام اخذ کرنے، معنی سے ان کا علم حاصل کرنے عملی کتب کا مطالعہ کرنے یا مسائل یاد کرنے سے حاصل کی جائے اجتہاد نہیں کہلاتی اگرچہ لغوی طور پر اجتہاد ہے لیکن اصطلاحاً اجتہاد نہیں کہلائے گی۔

3. اجتہاد نہ صرف احکام شرعیہ کے استنباط کا نام ہے بلکہ ان کی تطبیق بھی اجتہاد میں شامل ہے

متقدمین و متاخرین فقہا کی اجتہاد کے بارے میں اصطلاحی تعریفات کا جائزہ لینے کے بعد اجتہاد کے معنی کے تمام پہلو ہمارے سامنے آ جاتے ہیں۔ متاخرین علماء میں سے اکثر قدیم فقہا کی تعریف سے متفق ہیں اور بعض نے اجتہاد کی اصطلاحی تعریف کو نئے انداز سے پیش کیا۔ قدیم فقہا کی تعریفات میں زیادہ تر الفاظ "بذل الوسع" او" بذل غایۃ الجہد" استعمال ہوئے۔ لیکن ایک بات تو متقدمین اور متاخرین دونوں کے تصورات میں واضح ہے کہ اجتہاد کرنے کے لئے اجتہاد کی اہلیت کا ہونا ضروری ہے۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کی عصری تصورات سے پہلے اجتہاد کرنے کی اہلیت پر مختصر ابیان کیا جائے۔

اجتہاد کے لئے اہلیت کی شرائط:

اجتہاد انتہائی غور و فکر اور محنت سے اس طرح مسائل کا حل تلاش کرنا ہے کہ ان کی بنیاد کتاب و سنت اور اجماع و قیاس میں کسی پر قائم ہو اور وہ انھیں سے مستنبط قرار پائیں۔ فقہاء کے نزدیک شرعی دلائل کی دو اقسام ہیں:

"ایک کا مرجع نقل محض ہے اور دوسرے کا رائے محض"۔ (۱۱)

رائے محض کا تمام تر تعلق اجتہاد سے ہے لیکن شرعی نظام میں یہ رائے اور اجتہاد آزاد نہیں بلکہ نقل سے مستفید اور اسی سے صحت و ضمانت حاصل کئے ہوئے ہے۔ جیسا کہ امام شاطبیؒ لکھتے ہیں:

> "احکام و قوانین کے شرعی دلائل تو پہلی ہی قسم (نقل محض) کے ہیں کیوں کہ قسمِ ثانی کے دلائل کا اثبات محض عقل کی بنا پر ہم نہیں کرتے ہیں بلکہ اس لئے کرتے ہیں کہ کتاب و سنت سے ان پر اعتماد کرنے کے دلائل ہمیں ملتے ہیں"۔ (۱۲)

فقہاء نے اجتہاد کے لئے بنیادی طور پر دو قسم کی صلاحیتیں ضروری قرار دی ہیں، امام شاطبیؒ فرماتے ہیں:

> "اجتہاد کا درجہ اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جس میں دو صفات پائی جائیں (۱) مقاصد شرعیت سے پوری واقفیت اور (۲) موقع و محل کے لحاظ سے استدلال و استنباط پر قدرت"۔ (۱۳)

عام الفاظ میں ان دونوں صفات کو علم و حکمت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ علم نبوت سے حاصل ہوتا ہے اور حکمت نبوت کی راہ سے حاصل ہونے والی استعداد ہے جو دین کے اسرار و قوانین تک پہنچاتی ہے۔ اجتہاد میں نااہلوں کی رائے اور بلا کسی شرط و قید کے، آزادانہ رائے کا کوئی اعتبار نہیں۔۔ اجتہاد اس کی صلاحیت و اہلیت رکھنے والوں کا کام ہے، ہر حال میں روح و مقصد کو سامنے رکھنا ضروری ہے اور فقہی ضابطہ سے انحراف جائز نہیں ورنہ شریعت ہوا و ہوس، ذاتی خواہشات اور سہل پسندی کا بازیچہ اطفال بن جائے گی۔

عصرِ حاضر میں اجتہاد:

اسلام کے ابتدائی دور سے آج تک اجتہاد نے اسلامی قانون کی تعمیر و ترقی اور ارتقاء کے سلسلے میں قابل قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ اجتہاد کے ذریعے اسلامی فقہ کے بنیادی ڈھانچے پر گذشتہ چودہ صدیوں میں ایک عظیم الشان عمارت کھڑی ہو چکی ہے۔ زندگی کے سفر

میں پیش آنے والی قانونی و فقہی اُلجھنوں اور رکاوٹوں میں سے شاید ہی کوئی ایسی ہو جس کے تمام تر امکانی پہلوؤں پر پوری جزئیات کے ساتھ مباحث مجتہدین کے ہاں نہ ملتے ہوں۔ ایک رواں دواں اور متحرک زندگی کے مسائل کے لیے ایک رواں رواں اور زندہ قانون کی ضرورت پڑتی ہے۔ لیکن افسوس کہ مسلمانوں کے زوال سے اجتہاد جیسی قوت پر بھی اضمحلال طاری ہو گیا۔ ایک مدت تک یہ عظیم قانونی طاقت اپنی صلاحیت کار کا مظاہرہ کرنے میں ناکام رہی۔ یہاں تک کہ مغربی مفکرین بلکہ خود جدید لادینی فکر کا شکار ہونے والے مسلمان دانشور اسلامی فقہ کو ایک فرسودہ چیز قرار دینے لگے۔۔ تیرھویں صدی کے اواخر میں اسلام میں پہلی مرتبہ دفعہ وار قانون مجلۃ الاحکام العدلیہ مرتب ہوا۔ مجلۃالاحکام العدلیہ کی تدوین وتنفیذ سے دو تصورات کو بہت فروغ ملااور وہی اس دور کی خصوصیات ہیں۔ ایک یہ کہ اسلامی فقہ و قانون کی دفعہ وار تنظیم وتدوین اور دوسرا معاصر اجتماعی فقہی مسائل میں اجتہاد کا طریقہ کار۔

مجلۃالاحکام العدلیہ کی تالیف کے وقت اکثر مسلم ممالک، مغربی طاقتوں کے زیر نگیں تھے وہاں مغربی قانون کے مطابق فیصلے ہوتے تھے اور اکثر اسلامی مقبوضات میں غیر مسلم استعماری طاقتیں اپنے پنجے گاڑھ چکی تھیں۔ اُنھوں نے رفتہ رفتہ مسلمان قاضیوں کو بر طرف کر کے اپنا قانون نافذ کیا۔ جب مسلم ممالک استعماری طاقتوں کے چنگل سے آزاد ہوئے تو قلوب و اذہان اسلامی طرز قانوں و عدلیہ سے نامانوس ہو چکے تھے اور فی الفور ان کے پاس نفاذ کے لیے وہی مغربی قوانین تھے جو دور غلامی میں ان پر نافذ تھے۔ یہ ریاستیں مسلم ریاستیں تو کہلاتی تھیں مگر درحقیقت اسلامی ریاستیں نہ تھیں۔

اس دور میں مسلم امہ کے جن حضرات کو ان کے مجددانہ و مصلحانہ افکار کے باعث شہرت حاصل ہوئی وہ بھی مغربی طرز قانون سے مالوف تھے۔ ان کے ہاں بھی یہی آواز تھی کہ اسلام میں اب نفاذ کی صلاحیت ختم ہو چکی ہے تاآنکہ اجتہاد کے ذریعے ان کو نئی زندگی دی جائے۔۔[۱۴]

اجتہاد کے عصری تصورات:

مجلۃالاحکام العدلیہ کی تدوین اور نوآزاد شدہ مسلم ممالک میں مغربی طرز حکومت و قانون کے نفاذ سے یہ تصور ابھرا کہ مسلم ممالک میں بھی اجتہاد اور اجماع کو فروغ دینا چاہیے۔

اس دور میں سب سے پہلے مفتی محمد عبدہ (م ۱۹۰۵ء) نے اور بعدازاں ان کے شاگرد علامہ محمد رشید رضا (م ۱۹۳۵ء) نے اجماع کا ایک نیا تصور پیش کیا، وہ یہ کہ :

> "قرآن وسنت سے استنباطِ احکام کی صلاحیت رکھنے والے علماء اور دوسری طرف ملت کے منتخب نمائندوں کو (جن میں صحافی، وکلاءَ، اساتذہ، اقتصادی، سماجی اور تمدنی مسائل کا ادراک رکھنے والے مفکرین کو) کسی جگہ مثلاً اسمبلی میں جمع کیا جائے۔ ان سب حضرات کا کسی مسئلہ پر اتفاق، اجماع کہلائے گا"۔[۱۵]

علامہ محمد اقبالؒ بھی ان دونوں کے افکار سے بہت متاثر ہوئے۔ اور اپنے بیان کردہ تصورِ اجتہاد میں انھوں اسی طرح کے خیالات کا اظہار کیا۔ اجتہاد کے جدید تصور کی بنیاد ڈاکٹر محمد اقبالؒ کی بیان کردہ تعریف کو بنایا جاتا ہے۔ ڈاکٹر محمد اقبالؒ کے بیان کردہ تصورِ اجتہاد کا تجزیہ پیش کرنے سے پہلے ڈاکٹر علامہ اقبال کی بیان کردہ اجتہاد کی تعریف واضح کی جاتی ہے جو مندرجہ ذیل ہے :

"Principal of movement in the structure of Islam, this is known as "Ijtihad". The world literally means to exert. In the terminology of Islamic law, its mean to exert with a view to form an independent judgment in a legal question"(۱۶)

"اسلامی ساخت میں حرکت کا اصول اجتہاد ہے جس کا لغوی مطلب ہے کوشش کرنا۔ اسلامی قانون کی اصطلاح میں اس کا مطلب اس نقطہ نظر کے ساتھ کوشش کرنا کہ کسی قانونی سوال پر آزادانہ رائے قائم ہو جائے"۔

کسی قانونی و شرعی مسئلہ پر اپنی آزادانہ رائے قائم کرنے کی بھرپور کوشش کا نام اصطلاحاً اجتہاد ہے جیسا کہ ڈاکٹر علامہ اقبال کی تعریف میں یہ نقطہ سامنے آتا ہے اور وہ اجتہاد کو اسلامی ساخت میں حرکت کا ایک اصول قرار دیتے ہیں۔ ڈاکٹر اقبالؒ کی تعریف کا سہارا لے کر معاصرین کی ایک جماعت قرآن سے ثابت شدہ مجمع علیہ حدود الٰہی کو بھی محل اجتہاد قرار دیتی ہے تو دوسرا گروہ ہر مسئلے کی بارے میں یہ کہہ کر کہ اس کے بارے میں قرآن و سنت خاموش ہیں، عقلِ محض سے رائے پیش کرنا شروع کر دیتا۔

ڈاکٹر محمد اقبال کے بیٹے ڈاکٹر جاوید اقبال قطعی نصوص کی موجودگی میں اجتہاد کو جائز سمجھتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ :

"قرآن کے مقرر کردہ وراثت کے حصص میں رد و بدل ہو سکتا ہے اور وہ ایک ایسی فقہ پارلیمنٹ کے قیام کی تجویز پیش کرتے ہیں کہ جس میں امامیہ، حنفی، مالکی وغیرہ سب مکاتبِ فکر شامل ہوں اور ہر کوئی اپنی پسند کے مطابق اپنے مسئلے کا حل نکال لے"۔ (۱۷)

اپنی پسند کو اپنا دین بنا لینے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے :

"اریت من اتخذالهه هوىه افانت تكون عليه وكيلا" . (۱۸)

یعنی اے نبی ﷺ کیا آپ نے ایسے شخص کو دیکھا ہے کہ جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنا لیا ہے کیا آپ ایسے شخص کی ذمہ داری اٹھائیں گے ؟۔

اسی تصور سے متاثر ہو کر جاوید احمد غامدی اور انکے شاگرد منظور الحسن بھی اجتہاد کے بارے اسی طرح کا تصور پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"اجتہاد کا لغوی مفہوم کسی کام کو پوری سعی و جہد کے ساتھ انجام دینا۔ اس کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ جس معاملے میں قرآن و سنت خاموش ہیں، اس میں نہایت غور و خوض کر کے دین کی منشا کو پانے کی جد و جہد کی جائے۔۔۔ اس اصطلاح کو اگر مذکورہ روایت کی روشنی میں سمجھا جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اجتہاد سے مراد اپنی عقل و بصیرت سے ان امور کے بارے میں رائے قائم کرنا جن میں قرآن و سنت خاموش ہیں یا انہوں نے کوئی متعین ضابطہ بیان نہیں کیا"۔ (۱۹)

ان تعریفات کو بیان کرنے کے بعد اب ضروری ہو جاتا ہے کہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ کے تصورِ اجتہاد کا تجزیہ کیا جائے، اور ان کی بیان کردہ تصورِ اجتہاد کو اس وقت کے حالات و ضروریات اور پس منظر میں سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

علامہ محمد اقبال (۱۹۳۸ء) نے سب سے پہلے یہ تصور پیش کیا کہ قانونِ اسلامی کی جدید تفسیر کے لیے ایک سے زائد ایسے افراد کی ضرورت ہے جو نہ صرف قانونِ اسلامی کو جدید پیرائے میں مرتب کر سکیں بلکہ اس کو ایسی وسعت دے سکیں جو حال کے تمام تمدنی تقاضے پورے کر سکے۔ یہ بات انہوں نے ۱۹۰۴ء میں اپنے مضمون "قومی زندگی" میں لکھی تھی۱۔

پھر اپنے مشہور خطبے میں جو مجموعہ "The Reconstruction of Religions Thoughts in Islam" کا چھٹا خطبہ ہے، انہوں نے یہ تصور پیش کیا کہ آئمہ اربعہ کے مسالک کے نمائندے اپنا حق اجتہاد پارلیمنٹ کو تفویض کر دیں۔ اجماع کو علامہ اقبال تمام ماخذ اسلام کے تصورات میں سے اہم خیال کرتے ہیں اور اس کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

> "بلاد اسلامیہ میں جمہوری روح کا نشو و نما اور قانون سازی مجالس کا یہ تدریجی قیام ایک بڑا ترقی زا قدم ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ مذاہب اربعہ کے نمائندے جو سر دست فرداً فرداً اجتہاد کا حق رکھتے ہیں اپنا یہ حق مجالس تشریعی کو منتقل کر دیں گے۔ یوں بھی مسلمان چونکہ فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں اس لیے ممکن بھی ہے تو اجماع کی شکل میں۔ مزید برآں غیر علماء بھی جو ان امور میں بڑی گہری نظر رکھتے ہیں، اس میں حصہ لے سکیں گے۔ میرے نزدیک یہ ایک طریقہ ہے جس سے کام لے کر ہم زندگی کی اس روح کو جو ہمارے نظاماتِ فقہ میں خوابیدہ ہے از سر نو پیدا کر سکتے ہیں۔ یونہی اس کے اندر ایک ارتقائی نقطہ نظر پیدا ہو گا"۔ (۲۰)

علامہ اقبال نے دورِ معاصر کے تقاضوں کی روشنی میں اجماع کا حق ایک طرح سے ہر اسلامی ملک کی پارلیمنٹ کو دیا ہے لیکن آپ اس خطرے سے بخوبی واقف تھے کہ عام مجالس قانون ساز کے رکن وہ لوگ بھی ہوں گے جو بالعموم فقہ کی نزاکتوں سے آگاہ نہ ہوں گے۔ ان کی رائے یہ تھی اس پارلیمنٹ میں علماء مددگار اور تجویز کار کی حیثیت سے اہم کردار ادا کریں گے۔

محمد منور مرزا اس بارے میں لکھتے ہیں:

> "اور گمان یہ ہے کہ علامہ اقبال علماء کو پارلیمنٹ کے خلاف فیصلہ کن ووٹ کی حیثیت نہیں دینا چاہتے وہ پارلیمنٹ کی نگرانی یا رہنمائی بھی چاہتے ہیں مگر علماء کے ویٹو کے بھی محترز ہیں اور وہ فقہاء کے نزاع باہم سے بھی گھبراتے ہیں۔ بہر حال علامہ کی وضع احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح کا تناسب و تناسق چاہتے ہیں اس لیے علامہ علماء کو تجویز فرماتے ہیں کہ مجلس قانون ساز میں علماء کو بطور ایک جزو موثر کے شامل کیا جائے اور علماء کو بھی تلقین کرتے ہیں کہ وہ کھلے مباحث اور تبادلہ آراء کی اجازت دے کر بھی حق رہنمائی ادا کریں"۔ (۲۱)

البتہ متحدہ ہندوستان کے تناظر میں علامہ اقبال ایک ایسی مجلس علماء کی تشکیل کے خواہش مند تھے جسے دستوری سطح پر تسلیم کیا گیا ہو اور جو قانون ساز اسمبلی کو ایسا قانون پاس نہ کرنے دے جو مسلم پرسنل لاء کے خلاف جارہا ہو علامہ اقبال نے پارلیمنٹ کو حق اجتہاد تفویض کرنے کا تصور مصطفیٰ کمال پاشا کے ترکی کی گرینڈ نیشنل اسمبلی کو حق اجتہاد دیئے جانے کے تناظر میں پیش کیا تھا۔ ترکوں نے یہ اجتہاد کیا کہ اسلامی تعلیمات کی رو سے یا اسلامی تعلیمات کی روح کے مطابق اس منصب کو افراد کی ایک جماعت بلکہ منتخب شدہ مجلس کے سپرد بھی کیا جا سکتا ہے۔

تحسین فراقی اس بارے میں رقمطراز ہیں:

"علامہ اقبال اس طریق اجتہاد کو درست قرار دیتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک یہ طرز عصر حاضر میں بحالیٔ جمہوریت کے لیے ناگزیر تھا مگر وہ ترکوں کے برعکس یہ تاکید کرتے ہیں کہ علماء کا ایک گروہ بھی اسمبلی میں شامل ہونا چاہیے۔ سعید حلیم پاشا کے ملّی افکار کو علامہ قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ مگر ترکی کی اسمبلی نے بعض افسوس ناک فیصلے کئے مثلاً یہ کہ رسم الخط کو عربی حروف کی بجائے لاطینی حروف میں تبدیل کر دیا۔ علامہ اقبال کو جب یہ خبر پہنچی کہ اب اذان اور نماز بھی ترکی زبان میں ادا ہوا کرے گی تو اس کی شدید مخالفت کی اور اس اجتہاد کو قابل اعتراض قرار دیا"۔ (۲۲)

حضرت علامہ اقبال ترکوں کے احوال سے دیگر مسلمان اقوام کو متنبہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"بہر حال ہم اس تحریک کا جو حریت اور آزادی کے نام پر عالم اسلام میں پھیل رہی ہے دل سے خیر مقدم کرتے ہیں لیکن یاد رکھنا چاہیے آزاد خیالی کی یہی تحریک اسلام کا نازک ترین لمحہ ہے، آزاد خیالی کا رجحان باہم تفرقے اور انتشار کی طرف ہوتا ہے"۔ (۲۳)

علامہ اقبال کا یہ خطبہ اپنی حتمی شکل میں ۱۹۲۹ء میں تیار ہو گیا تھا اور نومبر ۱۹۲۹ء میں پڑھا گیا۔ حضرت اقبال کی اس زمانے کے بعد کی شاعری سے یہ بات اشارۃً ثابت ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے اس تصور سے رجوع کرنے والے تھے چنانچہ ۱۹۳۲ میں "مشرق" نامی مختصر نظم میں وہ واضح الفاظ میں مصطفیٰ کمال اتاترک کی کاوشوں کی بے ثمری کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

نہ مصطفیٰ نہ رضا شاہ میں نمود اس کی
کہ روح شرق، بدن کی تلاش میں ہے ابھی (۲۴)

"جب مذکورہ بالا اس شعر میں مصطفی کمال ہی پر عدم اعتماد کا اظہار ہو گیا تو اس کی پارلیمنٹ اور اس کی مفوّضہ حق اجتہاد کے تناظر میں مجلس قانون ساز کو دیا جانے والا حقِ اجتہاد بھی لازماً معرضِ شک میں پڑ گیا"۔ (۲۵)

علامہ اقبال کے بارے میں تو یہ خیال کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اجماع کا تصور دیا ہی نہیں تھا بلکہ ان کا تصور اجتماعی اجتہاد کا تھا۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں کہ: "علامہ اقبال نے کبھی کہیں نہیں لکھا کہ پارلیمنٹ کو مطلق اجتہاد کا غیر مشروط حق دے دیا جائے۔ علامہ اپنے خطبہ "الاجتہاد فی الاسلام" میں اجماع کی بات نہیں کر رہے بلکہ جو بات وہ زور دے کر کہہ رہے ہیں وہ یہ ہے کہ آج کے دور میں انفرادی اجتہاد کی بجائے اجتماعی اجتہاد ہونا چاہیے۔ اس سے کوئی اختلاف نہیں کرتا اور دورِ جدید کے تمام فقہاء بھی اس بات پر متفق ہیں۔ علامہ نے اجتماعی اجتہاد کی عملی شکل کے لیے تین مختلف نقطہ نظر پیش کئے۔ پہلا یہ کہ یہ ذمہ داری پارلیمنٹ کے سپرد کر دی جائے اور اس شرط پر کہ علماء کو ایک موثر عنصر کی حیثیت سے پارلیمنٹ میں لایا جائے تاکہ وہ پارلیمنٹ کی رہنمائی کر سکیں۔ علامہ اقبال نے جب یہ بات کہی تو اس وقت وہ خود پنجاب کی قانون ساز کونسل کے رکن تھے اور قائداعظم پارلیمنٹ کے رکن تھے تو علامہ کے ذہن میں یہ ہو گا کہ دورِ آزادی میں صف اوّل کے ماہرین قانون، اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ پارلیمنٹ میں آئیں گے اور ان میں اس وقت کے علماء و فقہاء کی ایک موثر تعداد موجود ہو گی جو اس بات کو یقینی بنائے کہ اجتہاد کا عمل حدود و شریعت کے اندر ہو اور علماء کا وجود صحیح دینی رہنمائی فراہم کر سکے اور صحیح دینی خطوط پر اجتہاد اجتماعی انداز میں بروئے کار لائے تو یقیناً علامہ کے خواب کی تعبیر ہو گی"۔ (۲۶)

یہاں اس بات کو واضح کرنا ضروری ہے کہ علامہ اقبال ایک سچے مسلمان اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والے اور امت کا درد رکھنے والے انسان تھے، وہ ایک قابل ماہر قانون دان اور فلسفی تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس حقیقت کو بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا کہ علامہ اقبالؒ نہ تو کوئی فقیہ و مجتہد تھے نہ دینی و شرعی علوم کے ماہر اور نہ ہی خود انہوں نے اس طرح کا کوئی دعوی کیا نہ ان کی طرف کسی کا اس بارہ میں کوئی قول منسوب ہے۔ بلکہ اقبالؒ ایک عظیم دانشور اور حکیم و دانا شخصیت کے مالک تھے جو برصغیر میں مسلمانوں کے تقلیدی جمود کو امت مسلمہ کی ترقی و نشوونما کے راستے میں ایک بہت بڑی رکاوٹ خیال کرتے تھے۔ اسی بات کے پیش نظر وہ اجتہاد کی اہمیت پر زور دیتے تھے۔ جس وقت علامہ صاحب نے اپنے خطبات میں اجتہاد اور اجماع کی ضرورت اور اہمیت اور طریقہ کار کا اظہار کیا اس وقت علامہ اقبالؒ کے افکار و نظریات اپنے ارتقائی مراحل سے گزر رہے تھے، ٹھوس نہیں تھے اگر اقبال ہی کے شعر کے تناظر میں بیان کیا جائے تو یہ خیالات "چراغ راہ تو تھے منزل نہیں تھے" یہ آراء ان کی حتمی اور قطعی نہیں تھی۔ الغرض تمام بحث و تمہید کا مقصد یہ ہے کہ پارلیمنٹ ہو، حکومت ہو علماء ہوں یا عوام سبھی کتاب وسنت کے پابند ہیں اور اجتہاد شرعی احکام کی تطبیق کا نام ہے کوئی نئی شریعت وضع کر لینے کا نام نہیں ہے، اس صورت میں وہی لوگ رہنمائی کا فریضہ سرانجام دے سکتے ہیں جو دینی و شرعی علوم کے ماہر اور اس کی بھرپور صلاحیت و بصیرت رکھتے ہوں۔ اجتہاد کے لیے حکومت اتھارٹی ہے نہ علماء کرام بلکہ اتھارٹی صرف اور صرف وہ معیار ہے جسے فقہاء و مجتہدین نے اجماع کے لیے ٹھہرایا ہے۔

علماء و فقہاء کرام کی اجتہاد کے بارے میں بیان کردہ وضاحت کے باوجود معاصر دانشور ان تمام حدود و شرائط کو ماننے کے لئے تیار ہی نہیں ہیں۔

الطاف احمد عظمی صاحب فرماتے ہیں کہ :

> "کم نظر علما کی نظر میں اللہ کے رسول ﷺ کی تشریحات دائمی ہیں اور واجب التعمیل ہیں جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ معاملات سے متعلق اللہ کے رسول ﷺ کی تشریحات ان کے ذاتی اجتہاد کا درجہ رکھتی ہیں اور ان کی پابندی لازم نہیں ہے"۔(۲۷)

ان کے خیال میں جن معاملات میں قرآن کے احکامات مجمل ہیں۔ ان مجمل احکامات کی تشریح میں وارد آپ ﷺ کی احادیث کی حیثیت دائمی نہیں ہے بلکہ آپ کی ایسی احادیث آپ ﷺ کی اجتہادات ہیں اور یہ احادیث صرف آپ ﷺ کے زمانے کے تہذیب و تمدن کے مسائل حل کے لیے ہی تھیں۔

حلانکہ درست بات یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی سنن اور احادیث، خواہ ان کا تعلق قرآن کے کسی مجمل حکم کی شرح ہو یا وہ قرآن کے علاوہ کسی نئے حکم کا ماخذ ہوں، ہر دو صورتوں میں دائمی اور ناقابلِ تغیر حیثیت کی حامل ہیں۔ علما و فقہا نے بہت واضح انداز میں ایک نبی اور غیر نبی کے اجتہاد کے فرق و امتیاز کو بیان کیا ہے۔

شیخ عبد الغنی عبد الخالق فرماتے ہیں کہ :

> "ہمارے نزدیک یہ بات کوئی اہمیت نہیں رکھتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطہ یا فرع کے بارے میں جو حکم بتلایا ہے وہ آپ نے وحی کے ذریعے بتایا یا اجتہاد کے ذریعے جس کی توفیق آپ کی اس حکمت اور علم کی بناء پر آپ کو اللہ

نے دی جو دوسروں میں مفقود ہے۔ بلکہ اہمیت اس بات کی ہے کہ آپ نے ایسے مسائل میں جو کتاب میں منصوص نہیں ہیں احکام کی تشریع کی ہے اور آپ کی تشریع حجت ہے کیونکہ وہ وحی ہو گی یا بذریعہ اجتہاد، اجتہاد میں آپ غلطی سے معصوم ہیں یا اس حکم پر آپ کو قائم رکھا جاتا ہے اس لیے آپ کا اجتہاد بحیثیت اجتہاد کے حجت نہیں ہے، اس کی حجیت تو آپ کی علمیت سے یا آپ کے اس فیصلہ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے برقرار رکھنے سے پیدا ہوئی ہے"۔ [۲۸]

مولانا حنیف ندویؒ فرماتے ہیں:

"وحی الٰہی سے آپ کا تعلق قائم ہونے اور براہ راست اس سے راہنمائی حاصل کرتے رہنے کی وجہ سے آپ کے اجتہاد میں خطاء و غلطی کا احتمال باقی نہیں رہتا بلکہ دین و شریعت کے متعلق آپ نے جو کچھ اجتہاد فرمایا وہ شعور نبوت سے فرمایا اور شعور نبوت سے مراد علم و حکمت کا نور اور فہم و ادراک کا وہ کمال ہے جو نبوت کے خلقی وجدان اور داخلی شعور کا نتیجہ اور اس کے لیے لازم ہے۔ایسی حالت میں لازمی طور پر شعور نبوت کے ذریعہ اخذ و استنباط یا اجتہاد دوسروں کے اجتہاد سے بلند و محفوظ ہوتا ہے کیونکہ برتر شعور یا نور سے تعلق قائم ہونے کی وجہ سے اصلاح و اضافہ کا سلسلہ جاری رہتا ہے جو دوسروں کے اجتہاد کو میسر نہیں"۔ [۲۹]

اسی بناء پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ الرَّأْيَ إِنَّمَا كا نَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُصِيبًا لِأَنَّ اللَّهَ كَانَ يُرِيهِ وَإِنَّمَا هُوَ مِنَّا الظَّنُّ وَالتَّكَلُّفُ"۔ [۳۰]

"اے لوگوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے صائب و درست ہوتی تھی کہ اللہ آپ کو دکھاتا تھا، ہماری رائے ظن اور تکلف ہے"۔

جب پیغمبر منصوصات کو راہ نما نہیں پاتا تو اس وقت اجتہاد و رائے سے ایک راہ عمل متعین کر لیتا ہے۔ پیغمبر کے اجتہاد کے دونوں پہلو ہوتے ہیں ایک وہ جو نبوت کی بلندیوں اور فرازوں کو چھوتا ہے اس میں خطا کا امکان نہیں ہوتا وہ ہمیشہ صحیح ہوتا ہے اور ایک وہ جس میں بشریت کی جھلک ہوتی ہے۔ اس میں خطا اور لغزش کا امکان ہوتا ہے لیکن ایک پیغمبر کے اجتہاد میں اور ایک مجتہد کے اجتہاد میں چند بنیادی فرق ہیں، ایک یہ کہ نبی کی لغزش پر فوراً تنبیہ ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی ساری اور صحیح صورتحال سے آگاہ کر دیا جاتا ہے۔ جبکہ مجتہد کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ اپنی غلطی پر مطلع ہو سکے۔

نبی اور غیر نبی کے اجتہاد میں دوسرا فرق یہ ہے کہ مجتہد مسائل پر غور و فکر کرنے اور ان کے احکام تلاش کرنے کے لیے کچھ اصول وضع کرتا ہے کچھ اصطلاحات مقرر کرتا ہے۔ پھر ان کی روشنی میں مسائل و فروع پر استدلال کرتا ہے، لیکن پیغمبر ایسا کچھ نہیں کرتا۔ تیسرا فرق یہ کہ پیغمبر کا دائرہ اجتہاد فروع تک محدود نہیں ہوتا بلکہ انسانی زندگی سے متعلق ہر معاملہ اور ہر مسئلہ تک اس کی تگ و تاز ہے۔ نیز یہ کہ کلی و جزئی مسائل تک اس کی پہنچ براہ راست ملکہ نبوت اور نور بصیرت کے ذریعے ہوتی ہے جسے وحی خفی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔"۔
[۳۱]

" علماء کرام نے انبیا کرام کے اجتہاد اور ایک مجتہد کے اجتہاد میں فرق کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ نزول وحی کے بعد نبی کے اجتہاد پر عمل ساقط نہیں ہو جاتا اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد سے اسیرانِ بدر سے جو فدیہ لینے کا حکم دیا تھا وہ آیت کے نزول کے بعد بھی باقی رہا اور اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا گیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کی طرف رجوع نہیں فرمایا بلکہ فدیہ لینے پر قائم رہے۔ بخلاف مجتہد کے اگر اس کو اجتہاد کے بعد ظاہر ہو کہ میرا یہ اجتہاد نص کے خلاف ہے تو اس پر اجتہاد سابق سے رجوع لازم ہے"۔ نبی اور رسول کا اجتہاد وحی خفی ہوتا ہے بقولہ تعالیٰ:

"وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُوْحٰى"(۳۲)

اگر حق جل شانہ نبی کے اجتہاد پر سکوت فرمائیں تو وہ اجتہاد وحی خفی کے درجے میں آجاتا ہے اور اس کا بھی وہی حکم ہوتا ہے جو وحی جلی کا ہوتا ہے اور نبی کے اجتہاد کے خلاف کوئی وحی نازل ہو جاتی تو یہ وحی جلی اس وحی خفی یعنی اجتہاد نبی کے لیے ناسخ بن جاتی ہے۔ جیسے ایک آیت دوسری آیت کے لیے اور ایک حدیث دوسری حدیث کے لیے ناسخ ہوتی ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ کی نص اور وحی جلی، وحی خفی یعنی اجتہاد نبوی کی ناسخ ہوتی ہے اور نسخ کی حکمتیں اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ اللہ کے نبی نے غیر منصوص امر میں جو اجتہاد کیا وہ بھی حق تعالیٰ کے غیبی اشارہ سے تھا کقولہ تعالیٰ:

"اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسَ بِمَا اَرَاكَ اللّٰهُ"۔ (۳۳)

علامہ آمدیؒ فرماتے ہیں کہ: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت یہ ہے کہ مخلوق میں آپؐ کو سب سے اعلیٰ مرتبہ حاصل ہے اور وہ مرتبہ نبوت ہے اور اہل اجماع کو درجہ عصمت اس لیے حاصل ہوتا ہے کہ وہ نبی سے شرف انتساب رکھتے ہیں آپ ﷺ کا اتباع اور حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور جس چیز سے آپ نے ممانعت کی اس سے بچتے ہیں، آپ اعلی منصب پر فائز ہونے کی وجہ سے اس سے بے نیاز ہیں اس کے علاوہ آپ کو وحی کا شرف بھی حاصل ہے جس سے اجتہاد میں آپ کو درست بات سے آگاہ کر دیا جاتا ہے۔ اہل اجماع کے لیے عصمت ثابت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ آپ سے زیادہ بلند درجہ پر فائز ہیں، بلکہ یہ مرتبہ انہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت حاصل ہوا ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کی خصوصیت حاصل ہے جس کے ذریعے آپ کو اجتہاد میں لغزش کی صورت میں تنبیہ فرمادی جاتی ہے۔ برخلاف اہل اجماع کے ان پر وحی کا نزول نہیں ہوتا اور ان کا اجماع انقطاع وحی کے بعد ہی منعقد ہو سکتا ہے"۔ (۳۴)

ایک اور بنیادی فرق ایک نبی اور غیر نبی کے اجتہاد میں بیان کیا گیا ہے کہ: "نبی صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد سے جس چیز کو بھی حکم سمجھیں گے وہ حکم شرعی ہوگا جس کی مکلّف ساری امت ہوگی اس لیے کہ جب آپ کو وجدان کے ذریعے اپنے نفس میں حاصل شدہ اس ظن کا یقین ہو گیا کہ جسے شارع نے حکم پر دلیل بنایا ہے تو گویا آپ کو اس بات پر یقین حاصل ہو گیا کہ جس حکم تک آپ کا اجتہاد آپ کو لے گیا ہے وہ درحقیقت حکم الٰہی ہے اور وہ آپ کے اس حکم پر یقین کی مانند ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے آپکے دل میں الہام کیا ہو یا فرشتہ اسے لیکر نازل ہوا۔ لیکن نبی کے علاوہ کوئی دوسرا مجتہد اجتہاد کی بناء پر کسی حکم کو حکم شرعی سمجھے تو اس کی حیثیت وحی کی نہیں ہوگی کیونکہ ممکن ہے کہ فی الواقع وہ اللہ کا حکم ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ فی الواقع اللہ کا حکم نہ ہو"۔ (۳۵)

شارح مسلم الثبوت فرماتے ہیں :

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد سے پیدا ہونے والا حکم حجت ہے اس پر عمل کرنا ضروری ہے اور کسی کے لیے انکار کی گنجائش نہیں ہوتی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت مطلق ممنوع ہے۔ مخالفت صرف اس شخص کی رائے کی صحیح ہوسکتی ہے جس کے ہر قول و فعل کو اقتداء واتباع کا درجہ حاصل نہ ہو"۔ (۳۶)

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ :

"اجماع کی دلیل ہمیں یہ بتاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کی مخالفت حرام ہے"۔ (۳۷)

علما و فقہا کی مندرجہ بالا وضاحت سے جناب الطاف احمد عظمی کے نقطہ نظر کی تردید ہو جاتی ہے کہ معاملات سے متعلق اللہ کے رسول ﷺ کی تشریحات ان کے ذاتی اجتہاد کا درجہ رکھتی ہیں اور ان کی پابندی لازم نہیں ہے۔اور آپ ﷺ کی احادیث کی حیثیت دائمی نہیں ہے بلکہ آپ کی ایسی احادیث آپ ﷺ کے اجتہادات ہیں اور یہ احادیث صرف آپ ﷺ کے زمانے کے تہذیب و تمدن کے مسائل حل کے لیے ہی تھیں۔

در حقیقت محمد ﷺ کی احادیث و تشریحات نہ صرف دائمی ہیں، بلکہ ان کو اتباع کا درجہ حاصل ہے اور ان کی مخالفت حرام ہے۔

بعض معاصرین کی طرف سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ اجتہاد کی شرائط علما نے خود وضع کر لی ہیں اور ان کا کوئی ثبوت قرآن و سنت میں نہیں ملتا، لہٰذا ہر شخص ہی مجتہد ہے۔

جاوید احمد غامدی اسی بارے میں لکھتے ہیں :

"اجتہاد کے لیے کسی طرح کی کوئی قدغن نہیں ہے یہ دروازہ ہر مسلمان کے لیے اس کی انفرادی یا اجتماعی حیثیت میں پوری طرح کھلا ہے"۔ (۳۸)

بہت سے لوگ اجتہاد کو قرآن و حدیث سے ماخوذ اصول میں لچک کا ذریعہ خیال کرتے ہیں۔وہ نصوص کی اصل روح سے انحراف کرتے ہوئے اسلامی اصولوں کو اپنی خواہشات کے مطابق کرنا چاہتے ہیں۔اجتہاد کے بارے میں اس رویے کی وجہ اس کے معنی و مفہوم، اہمیت اور حدود و قیود کے بارے میں غلط فہمی پر مبنی ہے۔

اجتہاد کے دائرہ کار کے بارے میں جاوید احمد غامدی اور انکے شاگرد منظور الحسن لکھتے ہیں :

"شریعت کے دائرے میں علما اور محققین کا کام صرف اور صرف یہی ہے کہ احکام کے مفہوم و مدعا کو اپنے علم و استدلال کے ذریعے سے متعین کرنے کی کوشش کریں۔ اس میں ان کے لیے کسی تغیر و تبدل کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔البتہ جس دائرے میں قرآن و سنت خاموش ہیں، اس میں وہ دین و مذہب، تہذیب و تمدن اور عرف و رواج کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہر طرح کی قانون سازی کر سکتے ہیں"۔ (۳۹)

جاوید احمد غامدی صاحب کے اس نقطہ نظر سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ وہ شریعت کی جامعیت و اکملیت کے قائل نہیں ہیں۔ ان کے خیال میں قرآن و سنت ہر مسئلے کا حل پیش نہیں کرتے اس لیے اجتہاد کے ذریعے تمام پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کیا جائے گا۔ ان کے خیال میں اجتہاد ہر وقت اور ہر مسئلہ میں ضروری ہے۔

اس نقطہ نظر کی تردید میں پہلی بات تو یہ کہ شریعت ہر لحاظ سے جامع و مکمل ہے اور دوسرا یہ کہ اجتہاد، حکم شرعی کی تلاش کا نام ہے۔ جب بھی کوئی ایسا مسئلہ پیش آئے جس کا ہم واضح و صریح حکم قرآن وسنت سے نہ پا سکیں، تو قرآن وسنت کی وسعت و گہرائی اور بیان کردہ اصولوں سے اس مسئلہ کا شرعی حکم مستنبط کرنا اجتہاد ہے۔ قرآن وسنت قیامت تک پیش آنے والے مسائل کا حل پیش کرتے ہیں صراحتاً بھی اور قیاساً بھی، اور قرآن وسنت کی نصوص کے اندر وہ تمام قواعد و ضوابط اور اصول موجود ہیں جن کے ذریعے مسائل کا حل تلاش کیا جاتا ہے، جن کو علمانے مصالح، استحسان، ذرائع، عرف واستصحاب کا نام دیا ہے۔ ایک اور نقطہ جسکی وجہ سے غلط فہمی پیدا ہوتی ہے وہ یہ کہ فقہا کے مطابق (الاحکام تتغیر بتغیر الزمان) احکام زمانے کے بدلنے سے تبدیل ہو جاتے ہیں۔ وہ لوگ جو اجتہاد کے تصور کو صحیح طور سے سمجھ نہیں پاتے وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ جب بھی حکمت اور مفاد تبدیل ہوتا ہے شریعت کے حکم کو بھی تبدیل ہو جانا چاہیے۔ جو بات یہاں ذہن نشین کرنے کی ہے وہ یہ کہ حکم علت کے بدلنے کی وجہ سے تبدیل ہوتا ہے نہ کہ ان حکمتوں کی وجہ سے جو اس کے ساتھ ملحق ہوتی ہیں۔ جب کبھی شریعت کی طے کردہ حکم کی علت تبدیل ہو گی، تو حکم بھی تبدیل ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر علت تبدیل نہیں ہو گی تو حکم بھی تبدیل نہیں ہو گا، خواہ ہم جتنا مرضی خیال کرتے رہیں کہ اس کی حکمتیں اور فوائد اب پہلے جیسے نہیں رہے۔ اصول یہ ہے کہ حکم کا انحصار علت پر ہوتا ہے نہ کہ حکمت پر۔ وہ لوگ جو اجتہاد کا سطحی علم رکھتے ہیں، یہ خیال کرتے ہیں کہ علت اور حکمت ایک ہی چیز ہیں۔ ایسے لوگ حکمت اور علت کو آپس میں خلط ملط کر دیتے ہیں۔ اور اسی بنیاد پر وہ کہتے ہیں کہ حکم کو بھی تبدیل ہونا چاہیے۔

آج کل ہم بہت سے لوگوں کو یہ دعویٰ کرتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ شریعت کی روح یہ ہے کہ ضروریات و مصالح کو دیکھنا چاہیے اور لفظ اور اسکے ظاہری معنیٰ پر زیادہ توجہ نہیں دینی چاہیے۔ شریعت میں مفہوم کے ساتھ ساتھ لفظی اور اس کے ظاہری معنیٰ بھی اہم ہوتے ہیں۔ شریعت میں اللہ اور اسکے رسول کے الفاظ کی بہت اہمیت ہے۔ شریعت کسی شخص کی ذاتی رائے کے مطابق چلنے کا نام نہیں بلکہ شریعت اللہ اور اسکے رسول کے حکم کو ماننے اور اس پر عمل کرنے کا نام ہے۔ ایک سوال یہ بھی اٹھتا ہے کہ ہم چودہ سو سال پہلے کے اصولوں کا آج کے دور میں کیسے اطلاق کر سکتے ہیں جبکہ آج کے وقت اور زمانے کی ضروریات مختلف ہیں اور وقت کے ساتھ ساتھ بدل رہی ہیں۔

انڈیا کے ایک جدید مفکر جناب راشد شاذ اسی طرح کے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "تمام قدیم فقہی مذاہب و آراء کو یکسر مسترد کرتے ہوئے نئے سرے سے قرآن کی تشریح و تفسیر کی جائے اور جدید حالات اور تہذیب و تمدن کے مطابق سارے دین کی ایک ایسی تعبیرِ نو کی جائے کہ جس میں کسی سابقہ عالمِ دین کا تذکرہ یا حوالہ تک موجود نہ ہو"۔ (۴۰)

جس طرح سے قرآن وسنت کی نصوص کی موجودگی میں اجتہاد جائز نہیں اسی طرح مجمع علیہ مسائل میں کوئی نیا اجتہاد پیش کرنا جائز نہیں سوائے اس کے کہ عرف وحالات کی تبدیلی سے اس مسئلے کی نئی صورت پیدا ہو جائے،

اس طرح کے ابہام اسلامی علوم سے ناواقفیت اور دوری کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات تین حصوں میں منقسم ہیں:

پہلا درجہ قرآن وسنت کے ان احکامات کا ہے جنہیں کسی صورت تبدیل نہیں کیا جاسکتا خواہ حالات بدلتے رہیں، یہ احکامات تبدیل نہیں ہو سکتے،

دوسرا حصہ ان آیات واحکامات کا ہے جہاں اجتہاد واستنباط کی گنجائش موجود ہے، اس میں ہم اسلامی قانون میں لچک دیکھ سکتے ہیں۔

تیسرا وہ حصہ ہے جہاں قرآن وسنت خاموش ہیں۔ جسکا مطلب ہے کہ یہ مسائل ہماری بصیرت وفہم پر چھوڑ دیئے گئے، اور یہ حصہ اس قدر وسیع ہے کہ انسان ہر دور میں اپنی ضروریات کے مطابق اسکا فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

پہلے حصہ میں شریعت کے کسی حکم میں کسی صورت تبدیلی ممکن نہیں۔ دوسرے حصہ میں جہاں تبدیلی کی گنجائش ہے وہ بھی اس صورت میں جہاں علت تبدیل ہو علاوہ ازیں شریعت کے حکم میں کسی صورت تبدیلی کی گنجائش نہیں ہے۔ مختصر یہ کہ جہاں شریعت میں لچک موجود ہے وہاں ہم اپنی ضرورت کے مطابق اجتہاد کے ذریعے پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کر سکتے ہیں۔ اب یہاں اس سوال کا جواب بھی مل جاتا ہے کہ اجتہاد کی اجازت کب اور کن حالات میں ہوتی ہے۔ اجتہاد کی اجازت اس صورت میں ہے جب قرآن وحدیث کی کوئی نص کلیتًا موجود نہ ہو۔ لیکن جہاں پر نص موجود ہے وہاں اپنی رائے سے اجتہاد کرنا قرآن وسنت سے انحراف ہے۔ مثال کے طور پر قرآن کی آیت ہے کہ خنزیر حرام ہے۔ یہ شریعت کا ایک حکم ہے، اب اس طرح کے مسائل میں اپنے استدلال کا استعمال کرنا اور وجوہات کی تبدیلی کی وضاحت کرنا، اور کہنا کہ آج کے حالات میں قرآن کے احکامات پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے، یہ اپنے استدلال کو ایسی جگہ بیان کرن ہے جہاں اس کا اطلاق ممکن نہیں۔

اس طرح کے منطقی استدلال اور ذہن سازی پیدا ہو رہی ہے اور لوگ اسے اجتہاد کا نام دیتے ہیں۔ وہ لوگ جو اس طرح کی سوچ رکھتے ہیں اور اسے اجتہاد کا نام دیتے ہیں، ان کو یہ غلط فہمی ہے کہ ہر آیت اور حدیث کسی خاص تناظر اور مخصوص حالات میں نازل کی گئی، انکے خیال میں آج کے حالات میں اس نص کے مفہوم پر عمل کرنا چاہیے نہ کی الفاظ پر۔

ایک اور غلط فہمی جو اجتہاد کے بارے میں لوگوں کے درمیان پائے جاتی ہے وہ یہ کہ اجتہاد کی وجہ سے لچک یقینی ہے، کہ اگر کوئی چیز ماضی میں کسی نص کی وجہ سے حرام رہی ہے تو انکے خیال میں اجتہاد کے ذریعے شریعت کے حکم میں لچک سے وہ حرام چیز حلال ہونی چاہیے۔ اسی طرح کے غلط تصورات کی بنیاد پر لوگ اجتہاد کا غلط فہم لیتے ہیں۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی نے بڑے وضاحتی انداز میں اجتہاد کی تعریف بیان کرتے ہوئے بہت سارے نکات کو واضح کیا ہے لکھتے ہیں: "کہ اجتہاد کے معنی شریعت کے کسی حکم میں تبدیلی کے نہیں ہیں شریعت میں تو کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا۔ قرآن پاک اور سنت کے احکامات قطعی اور دائمی ہیں اور ہمیشہ کے لیے ہیں جہاں تبدیلی کی گنجائش ہے اس کا ذکر خود قرآن وحدیث میں آگیا ہے اس گنجائش کے علاوہ کوئی نرمی یا تبدیلی یا ترمیم، تنسیخ شریعت کے احکام میں نہیں ہو سکتی لہٰذا اجتہاد کے یہ معنی تو بالکل نہیں ہیں کہ جہاں کسی حکم پر عمل میں مشکل پیش آئے تو اجتہاد سے اس کو تبدیل کر دیا جائے۔ اجتہاد کے معنی یہ ہیں کہ کسی ایسی صورتحال میں جس کے بارے میں قرآن و سنت میں براہ راست کوئی حکم موجود نہ ہو قرآن وسنت کے احکام پر غور کر کے اس کا حکم معلوم کیا جائے، حکم شریعت کی دریافت کے اس عمل کا نام اجتہاد ہے گو اجتہاد ایک عمومی اصول ہے اس کی کئی ذیلی قسمیں ہیں جن میں ایک قیاس ہے "۔ (۴۱)

نتیجہ تحقیق:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا منصب عطا کر کے حالات اور زمانہ کے تغیر سے جزوی تبدیلی اور خود انسان کی ذات اور کائنات میں غور و فکر کی دعوت بھی دی اور انسان کو اس بات کی ترغیب بھی دی کہ وہ نئے پیش آمدہ مسائل کو قرآن و سنت کے بیان کردہ اصول و کلیات پر پرکھنے کی صلاحیت پیدا کریں اور اجتہاد و استنباط کے ذریعے مقاصد شریعت سے آگاہی حاصل کریں۔ یہ ہے اجتہاد کہ قرآن و سنت کی روشنی میں کسی نئی صورتحال کا حکم معلوم کرنے کے لیے ذہنی صلاحیت کو پورے طور پر استعمال کر ڈالنا، علم اور صلاحیتوں کو اس طرح سے نچوڑ دینا کہ اس سے آگے صلاحیت کے استعمال کرنے کی کوئی حد یا سکت باقی نہ رہے، اس عمل کا نام اجتہاد ہے۔ اجتہاد شریعت کے عملی احکام میں ہوتا ہے، قطعی احکام کو جاننے کے لیے کوشش کرنے کو اجتہاد کا نام نہیں دیا جا سکتا، اسی طرح کسی قانونی و شرعی مسئلہ پر اپنی آزادانہ رائے قائم کرنے کی بھرپور کوشش کا نام اجتہاد نہیں ہے۔ اجتہاد کرنے والے مجتہد میں اجتہاد کرنے کی صلاحیت اور اوصاف و شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔ کیونکہ مجتہد کا درجہ فقیہ سے بڑھ کر ہے۔ اجتہاد ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں ہے، علماء اصولیین اور فقہاء کرام نے اجتہاد کی اہلیت کی شرائط بیان کی ہیں تاکہ فقہ اسلامی کے اس اہم اصول کے غلط استعمال سے بچا جا سکے۔

قرآن حکیم اور سنت نبویؐ ہر فرد کو تفقہ، تدبر، تفکر، تعقل، تزکیہ اور فہم کی تعلیمات دیتے ہیں اور اجتہاد کا حق تو ان تمام اہل علم حضرات کو حاصل ہے جو اس کی اہلیت رکھتے ہوں۔ اجتہاد بالرائے کی صورت میں وحی الٰہی اور عقل انسانی دونوں کا امتزاج ہوتا ہے۔ لہٰذا انسانی دیانت جس قدر وحی الٰہی سے ہم آہنگ ہو گی خطاء اور غلطی کا امکان بھی اسی قدر کم ہو گا۔ ان دونوں میں جس قدر بعد ہو گا غلطی کا امکان بھی اس اعتبار سے بڑھ جائے گا، اس غلطی کے امکان کو کم کرنے کے لیے فقیہ اور مجتہد کو تزکیہ نفس اور احسان کے عمل سے گزرنا ضروری ہے رسول اللہؐ نے جن صحابہ کرام کو قاضی حاکم یا عامل مقرر کیا تھا یہ تمام حضرات وہ تھے جن کی تعلیم و تربیت خود آنجنابؐ کی زیر نگرانی ہوئی تھی۔ عہد رسالت میں قرآن کریم کے احکام کی تطبیق و تنفیذ کے سارے عمل کا انہوں نے شاہدہ کیا تھا۔ ان کے فہم دین، ذہانت اور فراست پر آپؐ کو اعتماد تھا، یہ لوگ اجتہاد کی پوری صلاحیت رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام عوام الناس کو اپنے احکامات کی پابندی کرنے اور اوامر نواہی سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ اور تمام انسانوں کو عموماً اور فقیہ و مجتہد کو خصوصاً تزکیہ نفس اور خلافِ اولی سے بچنے کی ہدایت دی ہے۔ اجتہاد میں نااہلوں کی رائے اور بلا کسی شرط و قید کے، آزادانہ رائے کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور نہ ہی شریعت میں اٹکل کے تیر چلانے کی گنجائش ہے۔ اجتہاد اس کی صلاحیت و اہلیت رکھنے والوں کا کام ہے، ہر حال میں روح و مقصد کو سامنے رکھنا ضروری ہے اور فقہی ضابطہ سے انحراف جائز نہیں ورنہ شریعت ہوا و ہوس، ذاتی خواہشات اور سہل پسندی کا بازیچہ اطفال بن جائے گی۔

سفارشات:

1. علماء و فقہاء کرام اجتہاد کے حقیقی تصور کو اجاگر کرنے کی کوشش کریں۔

2. فقہاء کرام کی ذمہداری ہے کہ وہ اجتہاد کے لئے اہلیت و شرائط پر سختی سے عمل کرائے۔
3. اجتہاد کی اہلیت و صلاحیت رکھنے والے علماء و فقہاء پر اعتماد کیا جائے۔
4. انفرادی کی بجائے اجتماعی اجتہاد کو فروغ دیا جائے تاکہ امت کو انتشار و افتراق سے بچایا جاسکے
5. حکومتی سطح پر ایک فقہی اکیڈمی تشکیل دی جائے جس میں تمام مسالک کے جید اور اجتہاد کی صلاحیت رکھنے والے علماء و فقہا کو اکٹھا کیا جائے
6. جو ملکی سطح پر اجتہاد کے نام پر ہونے والی خرافات کا راستہ روک سکیں۔

Refrences

(۱)ماوردی،ابوالحسن،ادب القاضی، تحقیق: محی ہلال السرحان، بغداد: مطبعۃالارشاد، ۱۹۷۱ء: ۴۹۰

-al-serhan, Baghdad: matab't-al-qazi, tehkek, muhy hilal-al-hussan, adab-al-Maūrdy, abū .arshad, 1971,4901

(۲)الغزالی،ابوحامد، المستصفیٰ من علم الاصول، کراچی: ادارۃالقرآن وعلوم الاسلامیہ، ۱۹۸۷ص: ۱/ ۱۰۱

Al-ghzaly, Abu Hamid, al-mstsf min I'lm al-hasōl, Karachi: adarah al-Quran-o-'lom al-islmiyah 1987 p:101.

(۳)آمدی، سیف الدین،الاحکام فی اصول الاحکام، لبنان: دارالکتب العلمیہ بیروت، ۲۰۰۵ء، ج: ۲، ص: ۳۹۶

Āmdi, saif-ud-din, alhahkam fy asōl, libnan: dar-al-ktab-al- 'lmya byrōt 2005, vol2 p: 396.

(۴)الشاطبیؒ،ابی اسحاق،الموافقات فی اصول الشریعۃ،المطبعہ رحمانیہ س۔ن، ج: ۴، ص: ۸۹

Al-shatby, aby ashaq, al-mōafqat fi asōl-al- sry'ah, al- mty'ah rehmayah s-n- vol:2 p:89.

(۵)شاہ ولی اللہ، عقدالجید فی الاحکام الاجتہاد والتقلید (مترجم ڈاکٹر محمد میاں صدیقی)، اسلام آباد: شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، ۲۰۰۰ء ص: ۴۴

Sah ōly Allah , 'qdal-jyd fi al- hukaam al- jhthad ō al-taqlyd (mtrjm dr. Muhammad mian sadiqqe), Islamabad: shry'h academy byn al- aqōami islami university 2000, p: 44.

(۶)عبدالکریم زیدان،الوجیز فی اصول الفقہ، لبنان: مؤسسۃالرسالۃ، بیروت، ۲۰۰۳ء، ص: ۴۰۱۔

'bd al- Kareem zydan, al- ō-jyz fi asōl-al- fqah, libnan: mōstah al-rsalah, byrōt, 2003,p:401.

(۷)محمدابوزہرہ،اصول الفقہ، قاہرہ: دارالفکرالعربی، س۔ن، ص: ۳۵۶۔

Muhammad abō zhrah, asōl-al-fqah, qahrah: dar-al-fkr-al-arabi, s-n-p:356.

(۸)الوہاب خلاف، علم اصول فقہ، مصر: دارالحدیث قاہرہ، ۲۰۰۳، ص: ۲۴۹۔

Al-ōhab khlaf, 'lm asōl-al-fqah, misr: dar-al-hadees qahrah 2003,p:249.

(۹)وھبہ زحیلی،اصول الفقہ الاسلامی،ایران: داراحسان طہران، ۱۹۹۸، ج: ۲، ص: ۱۰۳۹۔

Ōhbh zhyli asōl-al-fqah-al-islmi, Iran: dar-al- ahsan thran, 1998, vol:2,p1039.

(۱۰)علی حسب اللہ،اصول التشریع الاسلامی، مصر: دارالمعارف، ۱۹۵۹ء ص: ۶۷

Ali hasab Allah, asōl-al-tashreh-al-islmi, misr: dar-al-m'arf, 1959, p: 67.

(۱۱)شاطبیؒ،الموافقات،ج:۳،ص:۲۲

Shatbi, al-mūafqat, vol:3,p:22

(۱۲)ایضا

Ibid vol 4, p6

(۱۳)ایضا،ج:۴،ص:٦

Ibid, vol:4, p:6

(۱۴) سلیم رستم باز،شرح المجلۃ،بیروت:دارالکتب العملیہ،س ن،ص۹-٦۱

Saleem rustam Baz, shar-al- mjlah, byrōt: dar-al-ktab-al-'lmya, s, n, s: 9-61

15.Ahmad Hassan, the Doctorine of Ijma in Islam, Islambabad, Islamic Research, 1978.

P: 244-25

16. Muhammad Iqbal, the Reconstruction of Religious thought in Islam, Hafeez press

Lahore 1977, P:148.

(17)جاوید اقبال،ڈاکٹر،اجتہاد کیا ہے؟کون کر سکتا ہے؟سہ ماہی اجتہاد،اسلام آباد:اسلامی نظریاتی کونسل،جون۲۰۰۷ء،ص:۸۵

Javeed Iqbal, dr., Ajthad kia ha? Kon Kar sakta ha? Sah mahi ajthad, islamabad: islami nazryati counsil, June 2007, s 85.

(۱۸)الفرقان،۲۵:۴۳

Al- furqan, 25:43.

(۱۹)غامدی،جاوید احمد،منظور الحسن،اجتہاد،ماہنامہ اشراق،المورد،لاہور،جون۲۰۱۸،ص:۲۷،۲۸

Ghamdi, javed Ahmad, manzoor-al-hussan, ajthad, mahnamah ashraq, almōrd, Lahore, June 2018, s 27-28.

20. Allama Muhammad Iqbal, The Reconstruction of Religious Thoughts in

Islam.Institute of Islamic Culture, Club road Lahore, 1999, P:138

(۲۱) محمد منور مرزا،علامہ اقبال اور اجتہاد،سہ ماہی،منہاج،اجتہاد نمبر،لاہور:دیال سنگھ لائبریری،۱۹۹۴ء،ص۱۵

Muhammad munawar Mirza, Allama Iqbal or ajthad, sah mahi, minhaj, ajthad number, Lahore, dyal Singh library, 4991,s, 15.

(۲۲) تحسین فراقی،اقبال چند نئے مباحث،لاہور"خ اقبال اکادمی،۲۰۰۳ء،ص،۱٦

Tehseen fraqi, Iqbal Chand nae mubahs, Lahore, Kha Iqbal akadmy, 2003, s,16.

The Reconstruction of Religious Thoughts the Islam P.139

(۲۳)علامہ اقبال،کلیات اقبال،(ضرب کلیم)،لاہور:شیخ غلام علی اینڈ سنز،۱۹۹۸ء،ص:۲۴۱

Allama Iqbal, kulyat Iqbal,(zarb-e-kaleem), Lahore: sheikh ghulam Ali and snz 8991:s 241.

(۲۴)اقبال چند نئے مباحث،ص:۹۴-۵۰۔

Iqbal Chand nae mubahs, s: 50-94.

(۲۵) محمود احمد غازی، محاضرات فقہ، لاہور: الفیصل ناشران اردو بازار، ۲۰۰۸ء ص: ۳۳۰-۳۹

Mahmood Ahmad ghazi, muhazrat fiqh, Lahore: al- faisal nashran Urdu Bazar 2008: p,39-330.

(۲۶) الطاف احمد اعظمی، خطبہ اجتہاد پر ایک نظر، سہ ماہی اجتہاد، اسلام آباد: اسلامی نظریاتی کونسل، جون، ۲۰۰۷ء، ص: ۳۰،۳۵

Al-taf Ahmad azma, khutbah ajthad par ek nazar, sahmahi ajthad, Islamabad: islami nazryati counsil, June 2007,p: 30-35.

(۲۷) عبد الغنی، عبد الخالق، حجیت سنت، اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، ۱۹۹۷ء، مترجم: محمد رضی الاسلام ندوی، ص: ۱۱۷

Abd-al-ghani, abd-ul-khaliq, hijyat sunat, Islamabad: adarah tehqeeqat islami 1997, mutarjim: Muhammad razi-al-islam nadvi, p,117.

(۲۸) محمد حنیف ندوی، مسئلہ اجتہاد، ص ۱۲۲، ۱۲۳، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۵۲، ص: ۱۲۲

Muhammad hanif nadvi, masla ajthad, s 122, 123, Lahore: adarah sqafat islami 1952, p:122.

(۲۹) سنن ابوداود کتاب الاقضیہ، باب فی قضاء القاضی اذا اخطا حدیث نمبر ۳/۳۵۸۶، بیروت: دار الحیاء، س۔ن

Sunan-abu- Dawood kitab-al- aqzyah, bab fi qzah-al-qazi aza akha hadees number 3/3586, byrōt: dar-al-haya,s,n.

(۳۰) مسئلہ اجتہاد ص ۱۲۲، ۱۲۳،

Masla ajthad p 122,133.

(۳۱) النجم، ۳:۳۵

Al-najam 3/35.

(۳۲) النساء ۴:۱۵۵

Al-nisa 4:155.

(۳۳) آمدی الاحکام فی اصول الاحکام ۳/۲۷۳۔۳۷۳

Ãmdi-al-ahkam fi asōl-al- ahkam 3/372-373.

(۳۴) حجیت سنت ص: ۲۱۱

Hijyat sunah p:211

(۳۵) شرح مسلم الثبوت ۲/۳۷۰،۳۶۹

Sharah Muslim-al-sabōt 2/ 369,370

(۳۶) المستصفیٰ من علم الاصول، غزالی، ابی حامد محمد بن محمد، کراچی: ادارہ القرآن والعلوم الاسلامیہ، ۱۹۸۷ء: ۱/۱۱۴-۱۱۳

Al- Mustasfa min 'lm-al-hasōl, ghzali, abi Hamid Muhammad bin Muhammad, Karachi: adara-al-Qur'an-o-al-'lom al- islamyah 1987: 1/113-114.

(۳۷) غامدی، جاوید احمد، منظور الحسن، اجتہاد، ماہنامہ اشراق، المورد، لاہور، جون ۲۰۱۸، ص: ۲۷،۲۸

Ghamdi, javeed Ahmad, manzoor-al-hussan, ajthad, mahnamah ashraq, al-mōrd, Lahore, June 2018,p: 27-28.

(۳۸) ایضا

Ibid

(۳۹)راشد شاذ،اقبال کا نظریہ اجتہاد،اسلام آباد:اسلامی نظریاتی کانسل، ستمبر ۲۰۰۸ء:ص،۷۴

:Iqbal ka nazryah ajthad, Islamabad: islami nazryati counsil, September 2008 ,Rashad shaz p.74 ,

(۴۰) محمود احمد غازی، محاضرات فقہ،لاہور:الفیصل ناشران اردو بازار،۲۰۰۸ءص:۳۳۰-۳۳۲

faisal nashran Urdu Bazar, 2008,s: -Mahmood Ahmad ghazi, muhazrat fiqh, Lahore: al .332-330